حضرت مجدد الف ثانیؒ - ایک عظیم مجاہد

جناب حافظ محمد ادریس صاحب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا سلسلہ اپنے محبوب پیغمبر سیّد الانبیاء و امام الرسل محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ختم فرما دیا۔ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی دُنیا میں آئے گا نہ کوئی رسول۔ رشد و ہدایت قرآن و سُنّت کی صورت میں تائیدِ ربانی سے محفوظ ہو چکی ہے۔ البتہ تاریخ کے مختلف ادوار میں انسان اپنی کم عقلی اور مادّہ پرست تہذیبوں کی یلغار کے سبب راستہ گم کرتا رہا ہے۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے جب کبھی ایسی صورت پیدا ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بھیج دیتا تھا۔ لیکن اب چونکہ رسالت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اس لیے رُشد و ہدایت کی ذمہ داری اُمتِ محمدیہ کے اہلِ علم و بصیرت افراد پر ڈالی گئی ہے۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک حدیث ہے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اللہ ہر صدی کے سر پر اس اُمت کے لیے ایسے لوگ اٹھاتا رہے گا جو اس کے لیے اس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے"۔ (ابو داؤد عن ابو ہریرہ)

تجدید کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ مجددین اپنی طرف سے کوئی نئی چیز دین میں داخل نہیں کرتے بلکہ وہ دین کو اس کی اصلی صورت میں نکھار کر لوگوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اس امت میں پیدا ہونے والے مجددین کی بڑی لمبی فہرست ہے۔ ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کے کسی خاص پہلو پر تجدید و احیاء کا فریضہ سر انجام دیا اور بعض وہ حضرات ہیں جن کی جہود جامع تھیں۔ ہماری تاریخ کے نمایاں ترین مجددین میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، ائمہ اربعہ، امام بخاری و مسلم، امام غزالیؒ

امام ابن تیمیہؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

ان تمام بزرگوں کے تجدیدی کارناموں اور جدوجہد پر اہلِ قلم نے بہت کچھ لکھا ہے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب "تجدید و احیائے دین" اختصار کے باوجود اس موضوع پر بڑی جامع اور مفید دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں اور ہر جگہ تشنگانِ علم نے اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ برصغیر پاک و ہند کے معروف ترین مجدد تھے۔ انہیں اس خطے میں مجددین کے درمیان متقدم اور پیش رو ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ حضرت صاحبِ تصنیف بھی تھے اور صاحبِ حال بھی۔ آپ نے ملوکیت کے جبن نظام میں نعرۂ حق بلند کیا۔ اور آزمائشیں جھیلنے کے باوجود اپنی دعوت سے کبھی روگردانی نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی مقبولیت اور ہر دلعزیزی عطا فرمائی کہ امام احمد بن حنبلؒ کی طرح زندگی ہی میں لوگوں کی عقیدت و محبت کا مرکز و محور بن گئے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے منظوم ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں مری بینا ہیں، و لیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند
ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطّہ کہ جس میں
پیدا کلہِ فقر سے ہو طرۂ دستار
باقی کلہِ فقر سے تھا ولولۂ حق
طروں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار

ذاتی اور خاندانی تعارف حضرت مجدد کا نام نامی احمد بن شیخ عبدالاحدؒ تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب اڑتالیس پشتوں کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو فاروقی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی پیدائش ہند کے مشہور قصبے سرہند شریف میں ہوئی اور وہیں آپ مدفون ہیں۔ اپنے مولد و مسکن کی وجہ سے آپ کو سرہندی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بات بھی قارئین کے لیے باعثِ دلچسپی ہو گی کہ قصبہ سرہند آپ کے جدامجد شیخ رفیع الدین عرف امام نماز نے سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں بادشاہ کے مشورے سے آباد کیا تھا۔ حضرت کی ولادت بعض مؤرخین کے مطابق ۹۷۱ھ بمطابق ۱۵۵۹ء بیان کی گئی ہے جب کہ مولانا مودودیؒ کی تحقیق کے مطابق آپ کا سنِ پیدائش ۹۷۵ھ بمطابق ۱۵۶۳ء ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد میں بہت سے علماء اور صوفیا کے نام ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ والیٔ کابل سلطان شہاب الدین علی المقلب بہ فرخ شاہ بھی آپ کے اجداد میں شامل ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے ہندوستان پر کئی حملے کئے اور فتوحات کے پھریرے لہرائے۔ بعد میں انھوں نے بھی تصوف کی زندگی اختیار کر لی تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی نے بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر اپنے والدِ گرامی شیخ عبدالاحد اور دیگر اساتذہ سے علومِ دین کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ تحصیلِ علم کے

سلسلہ میں مختلف شہروں کا سفر کیا۔ آپ سیالکوٹ میں بھی کچھ عرصہ رہے جہاں شیخ محقق کمال کاشمیری سے بعض کتابیں پڑھیں۔ آپ کی شخصیت پر سب سے زیادہ اثر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ذات والاصفات نے ڈالا۔ حضرت باقی باللہؒ اپنے دور میں تصوف طریقت کے سب سے بڑے مرجع اور صاحب عرفان بزرگ تھے۔ حضرت مجدد بارہا حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روحانی مدارج اور تزکیۂ نفس کے مراتب حاصل کیے۔ حضرت خواجہ نے آپ کو اپنا خلیفہ بنا کر واپس سرہند بھیجا۔ جہاں آپ نے اسلام کی روشنی پھیلانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ خواجہ باقی باللہ کو آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ انہوں نے حضرت مجدد کے بارے میں ان کی پہلی حاضری کے چھ دن بعد ان خیالات کا اظہار فرمایا۔

"حال ہی میں سرہند سے ایک شخص شیخ احمد نامی آیا ہے۔ نہایت ذی علم ہے۔ نہایت عملی طاقت رکھتا ہے۔ چند دن فقیر کے ساتھ ہی اس کی نشست و برخاست ہوئی ہے۔ اِس دوران میں اس کے حالات کا جو مشاہدہ ہوا، اُن کی بنا پر توقع ہے کہ یہ ایک چراغ ہوگا۔ جو دنیا کو روشن کردے گا۔" (تجدید و احیائے دین صفحہ ۸۶، ۸۷)

اکبر کا دین الٰہی مغل شہنشاہ اکبر نے برسر اقتدار آنے کے کچھ عرصہ بعد ہندوؤں کے زیر اثر اسلام کے خلاف سرکاری سرپرستی میں ایک زبردست مہم چلائی۔ اکبر کے دینِ الٰہی کے بارے میں آج شاید ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اسلام کے خلاف وہ کتنی بڑی سازش تھی۔ اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جاتا اور قرآن اور صاحبِ قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی جاتی۔ اکبر نے اسلام کے خلاف جو زہریلا بیج بویا تھا۔ اس کے زہریلے برگ و بار میں سے یہ شیطانی نظریہ بھی تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت صرف ایک ہزار سال کے لیے تھی۔ اب چونکہ ہزار سال پورے ہو گئے ہیں اس لیے وہ دین اور شریعت منسوخ ہو چکی ہے۔ سرکاری سرپرستی میں زوردار مہم کے ذریعے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ اب نیا دور شروع ہو گیا ہے جس کے لیے ایک نئے دین کی

ضرورت ہے۔ اس فتنے کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت نے ایک نہایت قابل، بہادر اور صاحب بصیرت و حکمت مجدد پیدا فرمایا۔ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو مجدد الف ثانیؒ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اکبر کے اس باطل نظریے کے مقابلے پر آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام اور شریعتِ محمدیہ ہزار سال کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ اُمت نے آپ کی خدمات کی وجہ سے آپ کو ایک صدی کا مجدد کہنے کے بجائے ہزار سال کا مجدد تسلیم کیا۔ اکبر کے پیدا کیے ہوئے فتنے کے سامنے علمائے سو خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے تھے۔ ان میں سے بہت سے اکبر کے ہم نوا بن کر دنیا کماتے رہے۔ سرکاری خزانے اور فوج کے بل بوتے پر دینِ الٰہی کا بے پناہ پرچار کیا گیا۔ درباری ادیبوں اور شاعروں نے دینِ الٰہی کی ترویج میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر پھونکوں سے نورِ حق کب بجھ سکتا ہے؟ اکبر کا پرپوتا محی الدین اورنگ زیب عالمگیر دینِ الٰہی پر تبصرہ کرتے ہوئے پکار اُٹھا تھا: "جدِّ من اکبر نہ بود اکفر بود"___ یہ حضرت مجدد کے تجدیدی کارنامے کی ایک جھلک تھی جس نے شاہی خاندان کا رُخ دینِ الٰہی سے دوبارہ دینِ اسلام کی طرف پھیر دیا تھا۔

اکبر کے دینِ الٰہی اور اُس سے پیدا ہونے والی فتنہ انگیزیوں پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ یہاں تفصیلات کی نہ گنجائش ہے نہ موقع۔ مختصراً میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ سرزمینِ ہند میں مختلف مقامات پر اس پُرآشوب دور میں بھی بعض نیک دل بزرگانِ دین شمعِ اسلام کو فروزاں کیے رہے، مگر ان کا کام بہت محدود اور اُٹھتے ہوئے اس طاقت ور فتنے کے مقابلے میں تقریباً غیر مؤثر تھا۔ جس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائی وہ حضرت شیخ احمد سرہندی تھے۔ اس عظیم جدوجہد کے دوران حضرت مجدد پر دورِ ابتلاء و آزمائش بھی آیا۔ مگر وہ ہر آزمائش پہ پورے اُترے۔ گوالیار کے قلعے میں آپ نے جس استقامت و پامردی کا مظاہرہ کیا اُس نے آپ کو مخالفین کی نظروں میں بلند مقام عطا کیا۔ ایک مصلح کی حیثیت سے آپ نے شاہی دربار میں بھی بلا خوف و خطر کلمۂ حق بلند کیا۔ اور قلعے کی چار دیواری کے

اندر قید کے دوران میں بھی سنتِ یوسفی کو زندہ کیا۔ آپ نے بیک وقت کئی محاذوں پر جنگ لڑی اور میرے نزدیک یہ اُن کی سب سے بڑی کرامت ہے کہ تن تنہا اس مشکل کام کا بیڑا اُٹھانے کے بعد اُن کے قدم کبھی پیچھے نہیں ہٹے، بلکہ مسلسل پیش قدمی کرتے رہے۔ مطلق العنان بادشاہت میں ایسی تحریک چلانا کس قدر مشکل ہوتا ہے، محتاجِ بیان نہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل تھا کہ آپ سے شہزادے اور جرنیل بھی متاثر ہوئے اور سپاہی و مزدور بھی۔ غیر مسلموں کو آپ نے اسلام میں داخل کیا اور پیدائشی مسلمانوں کو باعمل و باکردار مسلمان بنایا۔

اصلاحی اثرات | ایک دور میں شہنشاہ جہانگیر بھی آپ کی مخالفت کرتا رہا اور آپ کو دبانے کے لیے شاہی قوت کا بھرپور استعمال کیا مگر آپ کا سر نہ جھکا سکا۔ بالآخر آپ کے کردار سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ عقیدت ہوا۔ اور اپنے بیٹے شہزادہ خرم کو آپ کی بیعت میں دے دیا۔ یہی شہزادہ خرم بعد میں شاہجہان کے نام سے ہندوستان کا حکمران بنا۔ مغلیہ خاندان میں سب سے زیادہ متقی حکمران اورنگ زیبؒ تھا۔ اورنگ زیب اگرچہ حضرت مجددؒ کی وفات کے بعد پیدا ہوا مگر اس کی شخصیت حضرت کی تجدیدی کاوشوں سے متاثر و مرتب تھی۔ یہ بھی میرے نزدیک شیخ سرہندی کا کارنامہ تھا کہ ہندوستان کو اورنگ زیب جیسا زاہد و عابد، درویش منش، علم دوست اور مجاہد حکمران نصیب ہوا۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں: "وہ شیخ ہی کے پھیلائے ہوئے اثرات اثرات تھے جن کی بدولت تیموری خاندان کے اس شہزادے کو وہ علمی اور اخلاقی تربیت ملی تھی کہ اکبر جیسے ہادمِ شریعت کا پرپوتا خادمِ شریعت ہوا"۔ (تجدید و احیائے دین، ص ۸۷ - ۸۸)۔

چوتھی لڑائی | حضرت مجددؒ نے چوتھی لڑائی لڑی۔ ایک جانب دینِ الٰہی کو چیلنج کیا اور مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ دوسری جانب عام مسلمانوں میں پھیلی ہوئی بدعات، رسومِ جاہلیت اور شرک کے مقابلے پر قرآن و سنت کی روشنی میں توحید پر مبنی دینِ اسلام پیش کیا۔ تیسری جانب تصوف کی دنیا میں غلو اور افراط و تفریط کو محسوس کیا اور اس کی اصلاح کی کامیاب کوشش کی۔ تصوف کے مختلف طرق کے مشائخ

سے روابط قائم کیے اور نہایت حکمت، تدبر اور محبت کے ساتھ اس کی اصلاح کی سبیل نکالی۔ مکتوبات میں کئی مقامات پر آپ نے تصوف و طریقت کے لطائف بیان کرتے کے ساتھ ساتھ تصوف میں در آنے والے غیر مطلوب رجحانات کی نشاندہی کی ہے اور کہیں کہیں ان پہ تنقید بھی فرمائی ہے۔ شیخ چتری کے نام اپنے خط میں بیان کرتے ہیں کہ "مدت دراز تک علم و معرفت اور حال و وجد کی موسلادھار بارش مجھ پہ ہوتی رہی ہے۔ راہ سلوک و تصوف میں جو کچھ بھی ملا خداوند پاک کے فضل و کرم سے ملا۔ اب میری حالت یہ ہے کہ سوائے اس کے کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی مردہ سنت کو زندہ کروں۔ رہا حال و وجد کا معاملہ تو میں نے اس سے بے نیاز ہو کر اسے ارباب ذوق کے لیے چھوڑ دیا ہے"۔ خواجہ جہان کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "کامیابی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی مکمل اتباع کی جائے"۔ اسی طرح شیخ نظام تھانیسری کے نام اپنے طویل مکتوب میں لکھتے ہیں۔ "فرائض کی ادائیگی نوافل پہ مقدم ہے۔ فرائض سے غفلت برت کر نوافل کے ذریعے کبھی مقصود حاصل نہیں ہو سکتا"۔ اس کے بعد مؤطا امام مالکؒ کی ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں امیر المومنین عمر فاروق اور سلیمان بن ابی خیثمہ کا تذکرہ ہے۔ حدیث بڑی ہی ایمان افروز ہے۔

تصانیف حضرت مجددؒ اس عملی جہاد کے ساتھ درس و تدریس اور تالیف و تصنیف کا کام بھی کرتے رہے۔ آپ کی تصانیف بڑی وقیع اور بلند پایہ ہیں۔ آپ کی جملہ تصانیف میں علمی و روحانی رنگ پایا جاتا ہے۔ آپ بیک وقت دل کو بھی مخاطب کرنے اور دماغ کو بھی۔ روافض کے رد میں آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام تھا رسالہ "تہلیلیہ"۔ اس کے علاوہ "اثبات النبوۃ"، "مبدأ و معاد"، "مکاشفات غیبیہ"، "آداب المریدین"، "رسالہ رد شیعہ" آپ کی مشہور مؤلفات ہیں۔ کوچہ تصوف میں آپ نے کافی راہ نوردی کی اور اپنے ذاتی تجربات اور سلوک و منزل کے احوال

بڑی تفصیل کے ساتھ ایک رسالے میں تحریر فرمائے ہیں۔ اس رسالے کا نام ہے "معارف لدنیہ" شیخ شہاب الدین سہروردی کی مشہور زمانہ کتاب جو صوفیا کے بعض طرق میں بطور نصاب شامل رہی ہے اور جس کا نام "عوارف المعارف" ہے۔ حضرت مجدد کی خصوصی توجہ کی مستحق ٹھہری۔ آپ نے اس کتاب کی شرح بھی لکھی اور اس کے بعض مقامات پر تعلیق و تبصرے بھی تحریر فرمائے۔ اس شرح کا نام "تعلیقاتِ عوارف" ہے۔

آپ کی تالیفات میں سب سے زیادہ شہرت آپ کے مکتوبات کو نصیب ہوئی۔ آپ کے مکتوبات تین ضخیم جلدوں میں مختلف مقامات سے بارہا چھپ چکے ہیں۔ آپ مجدد اور مجتہد تھے اس لیے آپ کا ہر مکتوب اپنی جگہ ایک مستقل رسالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اختصار ملحوظ ہے ورنہ جی چاہتا تھا کہ بعض مکتوبات سے کچھ اقتباسات نقل کیے جاتے۔ تین چار صدیاں گذر جانے کے باوجود یہ مکتوب آج بھی تر و تازہ اور مفید ہیں۔

فراستِ مومنانہ

مغلیہ دور میں شہنشاہ اکبر اور اس کے اسلام دشمن حواریوں کے ہاتھوں اسلام کے بنیادی عقائد و تصورات کو مسخ کرنے کی مذموم مہم جاری تھی۔ مغلیہ سلطنت کے ہر دور میں جنگ تخت نشینی عجیب و غریب قسم کے گل کھلاتی رہی ہے۔ اکبر نے اپنے بیٹے شہزادہ سلیم کی جگہ سلیم کے بیٹے اور اپنے پوتے شہزادہ خسرو کو جانشین بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بظاہر یہ ایک سیاسی تنازعہ تھا جس سے اہلِ دین کو کوئی سروکار نہ ہو سکتا تھا مگر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی دُور رس نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ اس جنگِ تخت نشینی میں اگر خسرو کامیاب ہوا تو راجہ مان سنگھ اور مرزا عزیز بیگ کوکہ (خانِ اعظم) دینِ الٰہی سے بھی معاملہ آگے لے جائیں گے۔ سکھوں کے گرو ارجن سنگھ بھی خسرو کے طرفدار تھے۔

شہزادہ سلیم (جو جہانگیر کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بنا) اپنے باپ اور بیٹے کے مقابلے پر تختِ دہلی کے حصول کی جنگ میں کمزور تھا۔ اعیانِ سلطنت اس کی بجائے اکبر کے ساتھ تھے۔ سلیم کا اپنا کردار بھی کچھ اچھا نہ تھا، مگر حضرت مجدد کی خداداد صلاحیتوں اور دُور رس نگاہوں نے ان پر یہ حقیقت آشکارا کر دی تھی کہ سلیم کی کامیابی کی صورت میں "دینِ الٰہی" کا فتنہ ختم کیا جا سکتا ہے۔ نیز سلیم بدعمل

ضرور ہے بدنیت نہیں، اس لیے اس کی اصلاح بھی ممکن ہے۔ چنانچہ حضرت مجددؒ نے شہزادہ سلیم کی حمایت کی اور اس کے لیے اعیانِ سلطنت میں سے اپنے ایک معتمد اور عقیدت مند شیخ فرید کو آمادہ کیا کہ وہ سلیم کا ساتھ دیں۔ انہوں نے سلیم کی حمایت میں بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا اور فتوحات کے ذریعے اس کی تختِ دہلی تک رسائی کا راستہ کھول دیا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ جہانگیر کے عہد میں ۱۰۳۴ھ (۱۶۲۴ء) میں وفات پا گئے۔ تجدید کا جو کارنامہ آپ نے سرانجام دیا تھا وہ زندہ رہا۔ اس کے اثرات ہندوستان اور گردونواح کے ممالک میں اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ آپ کے تربیت یافتہ لوگوں نے پورے علاقے میں پھیل کر اپنے مدرسوں اور خانقاہوں کے ذریعے دینِ حنیف کی روشنی پھیلائی۔ مکتوبات آج بھی ایک زندہ کتاب ہے۔ اسے پڑھ کر انسان حرارتِ ایمانی اور کیفیتِ رُوحانی سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

ہر چند کہ دَورِ جدید عہدِ شہنشاہی سے مختلف ہے اور اس کے تقاضے بھی الگ نوعیت کے ہیں۔ مگر حضرت مجددؒ کی فکرِ رسا آج بھی تر و تازہ ہے۔ سیاسی جدوجہد کرنے والی اصلاحی جماعتوں کو اس دَور میں بعض اوقات بڑے مشکل فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ مگر شیخ سرہندی کی سیرت اور کارِ تجدید میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے ان کی سیاسی بصیرت اور باریک بینی کا پتہ چلتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسلام کو بطورِ مکمل نظامِ زندگی نافذ کرنے کی جدوجہد میں شامل ہر کارکن کو حضرت مجددؒ کی حیاتِ طیبہ اور مکتوبات کا دقیق مطالعہ کرنا چاہیے۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کا راستہ روکنے والے عناصر کے اکثر مغالطوں کا جواب حضرت مجددؒ کی تحریروں میں موجود ہے۔

(اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے سابق ناظمِ اعلیٰ البصار عالم مرحوم کی کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ کا تجدیدی کارنامہ" مطبوعہ حرا پبلی کیشنز کے پیش لفظ سے اقتباسات۔ ن)